تحریکِ ایمان

3/-

سید عبد الرب صوفی

پیش لفظ مولانا منظور نعمانی صاحبؒ

ناشر ــ محمد یونس صدیقی خادم مجلس دعوۃ الحق، کڈی اتر گجرات

تبلیغی جماعت

کے

بارے میں کہی گئی ایک طویل ترین

نظم

تحریکِ ایمان

نبوت کا محافظ تو ہے کاش احساس ہو جائے
الٰہی! کشفِ رازِ اخرجت للناس ہو جائے

(صوفی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

(از مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمداً وسلاماً ـــــ یہ معلوم کرکے بڑی خوشی ہوئی کہ برادر عزیز و مکرم مولانا محمد یونس صاحب نے جو ہمارے حضرت صوفی عبد الرب صاحب علیہ الرحمۃ کے خویش بھی ہیں حضرت صوفی صاحب کا منظوم کلام مرتب کیا ہے اور وہ اسکی اشاعت کا اہتمام کر رہے ہیں موصوف نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ صوفی صاحب نے اب سے تقریباً تیس سال پہلے جو ایک غیر معمولی اور طویل ترین نظم اس دینی دعوت اور تبلیغی جدوجہد کے بارے میں کہی تھی جو حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کیطرف منسوب ہے اسکی غیر معمولی اہمیت اور خاص نوعیت کیوجہ سے اسکو مختصر کتابی سائز پر الگ بھی شائع کیا جارہا ہے اور انھوں نے راقم سطور سے اسکے لئے "پیش لفظ" لکھنے کی فرمائش بھی کی ہے اسی کی تعمیل میں ناچیز یہ سطور ذیل سپرد قلم کر رہا ہے۔

غالباً سنہ ۴۵ء کی بات ہے اسوقت اس عاجز کا قیام بریلی میں تھا حضرت صوفی صاحب اور انکے ساتھ انکے ایک ہم مشرب رفیق ماسٹر محمد ابراہیم الہ آبادی جو صوفی صاحب ہی کیطرح حکیم الامۃ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی بیعت سے مشرف تھے ایم۔ اے کا امتحان دینے کیلئے بریلی تشریف لائے اور میرے اصرار پر ہفتہ عشرہ میرے پاس ہی قیام فرمایا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ کی وفات پر چند مہینے ہی گذرے تھے اور میں حضرتؒ کے مرض وفات کے آخری تین چار مہینوں میں انھیں کی خدمت میں مقیم رہا تھا، جسکا یہ اثر تھا کہ حضرتؒ کی شخصیت اور انکی دینی دعوت میرے دل و دماغ پر چھا گئی تھی ان دنوں میرا یہ حال تھا کہ جہاں کچھ کہنے بولنے کا

موقع ملتا انھیں کا تذکرہ انھیں کے دینی درد اور دینی دعوت کی باتیں کرتا اور مجھے یاد ہے کہ ان دنوں میں میری ان باتوں میں بڑی تاثیر ہوتی تھی در اصل یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چند روزہ حاضری کا اثر تھا۔ اگر میری زندگی میں کچھ اچھے دن بھی گذرے ہیں تو میرا گمان ہے کہ وہ یہی دن رہے ہونگے جب صوفی صاحب کا قیام ہفتہ عشرہ میرے ساتھ رہا تو دن رات میں جب بھی کچھ دیر کیلئے ساتھ بیٹھتے اور باتیں کرنے کا موقع ملتا تو یہ عاجز حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ کی اور انکی دینی دعوت ہی کی باتیں کرتا۔ یہ دونوں حضرات ماہنامہ الفرقان میں جو اسوقت بریلی سے نکلتا تھا حضرت مولانا کے احوال و ملفوظات اور دینی دعوت کا تذکرہ پڑھتے رہتے تھے۔ اسلئے بڑے ذوق بلکہ اشتیاق کے ساتھ میری یہ باتیں سنتے تھے اور صوفی صاحب بے تکلف اپنے اس احساس کا اظہار فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں اسوقت امتحان کے بہانے اسی لئے یہاں بھیجا ہے کہ یہ باتیں سنیں۔ اس عاجز کے قلب میں اسوقت بھی صوفی صاحب کی دینی عظمت تھی اور میں انکا دل سے معتقد تھا اور اپنی حیثیت کے بارہ میں الحمدللہ کوئی غلط فہمی نہیں تھی اسلئے بار بار خیال ہوتا تھا کہ مجھے صوفی صاحب کے سامنے زیادہ بولنا نہیں چاہیئے بلکہ ان سے استفادہ کرنا چاہئے لیکن مجھ سے اسپر عمل نہیں ہوسکا یا میں ان دنوں میں اپنے اس حال سے مغلوب تھا جسکا ذکر اوپر کرچکا ہوں۔ بہرحال ہفتہ عشرہ کی ان صحبتوں اور گفتگوؤں کا نتیجہ یہ ہوا کہ صوفی صاحب اور ماسٹر ابراہیم صاحب دونوں نے طے کرلیا کہ دینی دعوت کے اس کام کو اپنایا جائے۔ اور اسکے مرکز بستی حضرت نظام الدین دہلی کا بھی ایک سفر کیا جائے۔ یہ دونوں حضرات سرکاری محکمہ تعلیم سے وابستہ اسکولوں یا کالجوں کے استاد تھے انھوں نے طے کیا کہ عنقریب آنیوالی موسم گرما کی تعطیلات میں ہم تبلیغی جماعت کے ساتھ سفر کرینگے یہ بھی طے ہوا کہ راقم سطور بھی اس سفر میں ان کے ساتھ ہوگا۔ بعد میں خط و کتابت سے تاریخ کے تعین کے ساتھ سفر کا پروگرام طے ہوگیا اور وقت آنے پر ہم نے یو پی کے کئی مشرقی اضلاع گورکھپور، اعظم گڈھ وغیرہ کا جماعت کے ساتھ دورہ کیا اس دورہ میں تبلیغی مرکز نظام الدین کے حضرات میں سے ہمارے محترم مولانا عبید اللہ بلیاوی بھی ساتھ تھے۔ اس سفر سے پہلے یا اسکے بعد ایک سفر نظام الدین دہلی کا بھی کیا۔ اسکے بعد جماعتوں کے ساتھ صوفی صاحب کے سفر کبھی کبھی ہوتے رہے

جن میں سے متعدد سفروں میں راقم سطور بھی ساتھ رہا۔ ان ذاتی تجربات کے نتیجہ میں اس دینی دعوت اور تبلیغی جد وجہد کے بارہ میں صوفی صاحب پر یہ یقین غالب ہوگیا کہ اگر اصول و حدود کی پابندی اور اخلاص کے ساتھ کیا جائے تو یہ کام اس دور کا جہاد فی سبیل اللہ ہے اور یہ در اصل امت میں تجدید ایمان کی عمومی تحریک ہے اور امت میں اسوقت جس عمومی دینی اصلاحی انقلاب کیضرورت ہے اسکا یہی راستہ ہے —— اسی دور میں صوفی صاحب نے یہ غیر معمولی نظم لکھی اور خود اسکا عنوان "تحریک ایمان" تجویز کیا۔

اس نظم میں چالیس بند ہیں اور ہر بند میں گیارہ شعر ہیں اور ہر بند کا الگ عنوان ہے پہلے بند کا عنوان ہے "راز اخرجت للنّاس" اسکا پہلا شعر ہے ؎

مری فریاد سن دل کی لگی کا رازداں ہوجا — مرے سوز جگر سے سربسر سوز نہاں ہوجا

اور بند کا آخری گیارھواں شعر ہے ؎

نبوت کا محافظ تو ہے کاش احساس ہوجائے — الٰہی کشف راز اخرجت للنّاس ہوجائے

اسکے بعد دوسرے بند کا عنوان ہے "دور جاہلیت پھر لوٹ آیا" اس بند میں صوفی صاحب نے دنیا کے عام شر و فساد اور خاص کر مسلمانوں کی دینی بربادی پر خون کے آنسو بہائے ہیں۔ تیسرے بند کا عنوان ہے "تمنائے ہدایت" اسکے پہلے دو شعر یہ ہیں ؎

تمنا ہے کہ کوئی راہ پر انکو لگا دیتا — کوئی آوارگانِ دہر کو منزل بتا دیتا
جو ہیں روٹھے ہوئے اللہ سے اللہ کے بندے — کوئی بلّٰہ پھر اللہ سے ان کو ملا دیتا

آگے اس بند کا آٹھواں شعر ہے ؎

زمیں پر پھیل جاتے اہلِ دل گرم سفر ہوکر — کوئی اس قافلہ کو خواب غفلت سے جگا دیتا

آگے کے بندوں میں صوفی صاحب نے دینی مدارس اور اصحاب درس علماء کرام اور ذکر و ارشاد کے مراکز خانقاہوں اور صوفیاء ربانیین کی عظمت اور انکی خدمات و فیوض کا پورا اعتراف کرنے کے ساتھ اس واقعی

حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ ان سے صرف اہل طلب مستفیض ہو رہے ہیں (جنکی تعداد فی زماننا امت میں ایک دو فیصد سے زیادہ نہیں ہے) امت کی باقی غالب ترین اکثریت جسمیں علم وذکر کی طلب نہیں ہے وہ ان کے فیوض سے محروم ہے اور اسکی وجہ سے امت میں شر و فساد اور جہل کا غلبہ ہے۔ اسلئے ان بے طلب عوام مسلین کی خبرگیری اور اللہ و رسول اور دین سے انکا تعلق جوڑنے کیلئے تبلیغی جماعتوں کے طرز پر عمومی دینی دعوت اور عوامی اصلاحی و تربیتی جد و جہد کی ضرورت ہے۔ اور یہ کہ صدر اسلام میں یہی طریقہ عمومی دعوت اور عوامی تعلیم و تربیت کا تھا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صوفی صاحب نے یہ سارے مضامین بڑے مؤثر اور پُر زور انداز میں ادا کئے ہیں۔ اسی کے ساتھ اس تبلیغی کام کے اصول و آداب اور اس پر خداوندی نصرت کے وعدوں کا بیان اور اس سلسلہ کے دوسرے مضامین ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین ان سب کو ذوق و شوق سے پڑھیں گے اور مستفیض و متاثر ہوں گے۔ آخر کے کچھ بندوں کے چند شعر یہاں بھی پڑھ لیجئے۔ اٹھائیسویں بند کا عنوان ہے "خانقاہ و مدرسہ اور نظام تبلیغ" سنیئے صوفی صاحب فرماتے ہیں ؎

خدارا اخرجت للناس کی اب مل کے خو کریں
جہاں بہتا ہوا پانی ملے چل کر وضو کریں

مدارس اپنے قلعے، خانقاہیں اپنی گڑھیاں ہیں
انھیں مضبوط کر کے ارتباط ما و تو کریں

مدارس، خانقاہیں، اخرجت للناس کے جتھے
یہ تینوں انتظام خدمت دیں چار سو کریں

زن و فرزند و روزی کیلئے ساری تگ و دو ہے
اب آؤ فی سبیل اللہ بھی چلنے کی خو کریں

خدا کی راہ میں مرنے کا ارماں لیکے سینے میں
لہو سے آبلہ پائی کے تلوے سرخرو کریں

جو چاہے جا ملے رہتے ہیں کوہ جہد کے پیچھے
مقدر آزمائیں ہم بھی چل کر جستجو کریں

بتیسویں بند کا عنوان ہے "ہجرت و دعوت" اسکے چند شعر یہ ہیں ؎

سلوک اخرجت للناس تعلیم خدائی ہے
طریق ہجرت و دعوت طریق مصطفائی ہے

ع - اس شعر میں صوفی صاحب نے حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ کے ایک ملفوظ کا مضمون ادا کیا ہے "کوہ جہد" کا لفظ حضرت مولانا ہی کا ہے۔ م نعمانی

عمومی تربیت اسلام کی شیرازہ بندی ہے — شکستِ استخواں غفلت ہے، دعوت مومیائی ہے
کسی عابد کا جینا موند کر ماحول سے آنکھیں — نہ نیکی ہے، نہ تقویٰ ہے، نہ زہد و پارسائی ہے
دو گونہ تربیت ہے یہ نظامِ ہجرت و دعوت — بباطن خویشتن سازی، بظاہر رہنمائی ہے
جسے سمجھے ہو پھرنا بے سروساماں خدا شاہد — خداجوئی، تصوف، سلطنت، کشور کشائی ہے

چونتیسویں بند کا عنوان ہے "دستور العمل" اسکے یہ تین شعر بھی یہاں پڑھ لئے جائیں ؎

فغانِ نیم شب، آہِ سحر، درد و انابت ہو — نمازِ صبح و استغفار ہو جوشِ تلاوت ہو
دعا "مخ العبادۃ" ہے دعاؤں سے شغف رکھو — زباں پر ذکر ہو آنکھوں میں آنسو دل میں رقت ہو
جماعت میں حیوۃ طیبہ کی شان پیدا ہو — تمام افراد میں رنگِ شریعت بوئے سنت ہو

اس سے اگلے بند کا عنوان ہے "بزرگوں سے دعا لینا" تبلیغی جماعت کے اکابر جماعتوں کو جن باتوں کی ہدایت اور تاکید اہتمام سے کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جہاں جانا ہو وہاں کے بزرگانِ دین، علماء و صلحا کی خدمت میں زیارت اور طلبِ دعاء کیلئے حاضر ہوں۔ اگر بالفرض انکی طرف سے بے توجہی محسوس ہو یا وہ اس کام کے بارہ میں مخالفانہ رائے کا اظہار کریں تو انکی طرف سے دل میں بدگمانی نہ آنے دو بلکہ اسکو اپنی کوتاہیوں کا نتیجہ اور اپنی آزمائش و تربیت کا ذریعہ سمجھو، اور ہرگز کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے ان حضرات کو ایذا پہونچے۔ صوفی صاحب نے اس پینتیسویں بند کے اشعار میں یہی ہدایت و نصیحت کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ؎

جہاں جانا غنیمت جاننا نیکوں کی صحبت کو — ادب کے ساتھ خود جانا بزرگوں کی زیارت کو
نہ ہو انکی توجہ گر تمھارے کام کی جانب — بنانا مت ملامت کا ہدف انکی حمیت کو
تکدر اہلِ حق کا ہے خدا کے قہر کا پتھر — بہت ملحوظ رکھنا شیشۂ حق کی نزاکت کو

آخری شعر اس بند کا یہ ہے ؎

خطر حق کو نہ گورے سے نہ کالے سے اسے ڈر ہے — مگر شیشہ ہے یہ! ایذائے اہل اللہ پتھر ہے

انتالیسویں بند میں صوفی صاحب نے ان چھ باتوں کی تشریح اور وضاحت کی ہے جنکو تبلیغی جماعت کے چھ اصول یا چھ جزو کہا جاتا ہے جنکی خصوصیت سے دعوت دیجاتی ہے اور خود اپنے اندر پیدا کرنے اور بڑھانے کی کوشش کیجاتی ہے اور جنکے حاصل ہوجانے سے امید کیجاتی ہے کہ انشاء اللہ دین کے تمام شعبوں پر عمل آسان ہوجائیگا اس بند پر گویا صوفی صاحب نے اپنی دعوت تمام اور اپنا پیغام ختم کردیا اسکا شعر یہ ہے جو صوفی صاحب کے اسوقت کے جذبۂ دل کی پوری ترجمانی کر رہا ہے ؎

قلم بشکن، سیاہی ریز، کاغذ سوز، دم درکش
دریں رہ نہ قدم صوفی و بردفتر قلم برکش

آخری چالیسویں بند میں صرف دعا ہے اسکا عنوان ہی "اختتامی دعا" ہے اسکے بھی دو چار شعر یہاں پڑھ لیجئے اور اسی پر عاجز پیش لفظ کو ختم کرتا ہے

دلوں پر موت طاری ہے الٰہی جان پیدا کر
یقیں کی روح تن میں قلب میں ایمان پیدا کر

میسر ہو ترا پیغام لیکر در بدر پھرنا
مقام اخوت محبت للناس کا عرفان پیدا کر

ہمارا ذوق ہو نا واقفوں کی سختیاں سہنا
نبیؐ کی لینت و رحمت کی ہم میں شان پیدا کر

یگانوں کو نہ بیگانہ کرکے ہم اپنائیں غیروں کو
بقدرِ حوصلہ تبلیغ کا امکان پیدا کر

بند کا آخری شعر ہے ؎

مسلمانوں سے پھر ہو مالک عرش بریں راضی
رضا یہ دیکھکر ہوجائیں ختم المرسلینؐ راضی

بلا ارادہ پیش لفظ اتنا طویل ہوگیا اور میں ناظرین اور صوفی صاحب کے درمیان دیر تک حائل رہا امید ہے کہ مجھے معذور سمجھا جائے گا۔

"لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم" میں درمیان سے ہٹتا ہوں اب آپ آگے صوفی صاحب کی اصل نظم پڑھئے اللہ تعالیٰ اس سے آپکو وہ نفع پہنچائے جسکے لئے صوفی صاحب نے چار سو چالیس اشعار کی یہ طویل ترین نظم کہی تھی اور جسکے ایک ایک مصرعہ میں ایمانی جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکو قبول فرمائے اور حضرت صوفی صاحب کیلئے رحمت و مغفرت اور رفع درجات کا وسیلہ بنائے اور اس سیہ کار کو بھی اسکی برکتوں سے محروم نہ رکھے۔

آخر میں میرے لئے اس واقعہ کا ذکر کردینا بھی ضروری ہے کہ تبلیغی جماعت کے کام کے بارہ میں صوفی صاحب کا یہی حال و جذبہ جو اس نظم میں نظر آتا ہے کئی سال تک رہا بعد میں بعض جماعتوں کا یہ حال دیکھکر اور اس سے زیادہ دوسروں سے سنکر کہ ان میں اصول کی پابندی اور حدود کی رعایت کی بہت کمی ہے انکی انتہائی حساس طبیعت متاثر ہوگئی تھی اور ذہن و فکر میں تو کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی لیکن جذبہ سرد پڑ گیا تھا اور یہ بہت سے ان مخلصین کو پیش آتا ہے جو زیادہ حساس ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کے بارہ میں اپنی ذمہ داریاں محسوس کرنے اور ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر طرح کی فکری و عملی غلطیوں سے حفاظت فرمائے

(مولانا) محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ (لکھنؤ) یکم ذالحجہ ۹۸ھ یوم الجمعہ

تحریکِ ایمان

(رازِ "اخرجت للناس")

مری فریاد سن دل کی لگی کا رازداں ہو جا   مرے سوزِ جگر سے سربسر سوزِ نہاں ہو جا
ترے دل کیلئے ہے میری آہوں کی شرر باری   تمنا ہے کہ اے افسردہ دل آتش بجاں ہو جا
یہ تیری سرد مہری مجھ سے اب دیکھی نہیں جاتی   تڑپ وہ دل میں پیدا کر کہ پھر برقِ تپاں ہو جا
زباں بنکر مرا ہر موئے تن محوِ دعا ہے یوں   امیرِ کارواں تھا پھر امیرِ کارواں ہو جا
مجھے راتوں کو نیند آتی نہیں اے نیند کے ماتے   سناؤں دردِ دل میں اور تو محوِ فغاں ہو جا
یہ نیندیں تابکے؟ اللہ آنکھیں کھول دے تیری   زمانے پر نظر کر چشمِ بینائے جہاں ہو جا
جہاں ناآشنائے رازِ حق ہے رازداں تو ہے   حقیقت کی زباں بنجا حقیقت کا بیاں ہو جا
کہاں تک خود فروشی، خود فراموشی، خدا پوشی   خود اپنے ہوش میں آکر خدا کا ترجماں ہو جا
ترے ہوتے زمانہ منہمک ہے خاکبازی میں   مآلِ بے نیازی دیکھ غم خوارِ زماں ہو جا
جہاں کو دیر سمجھا توبہ توبہ بُت دیکھکر تو نے   حرم ہے یہ صنم خانہ فقط محوِ اذاں ہو جا

نبوت کا محافظ تو ہے کاش احساس ہو جائے
الٰہی! کشفِ رازِ اخرجت للناس ہو جائے

(دورِ جاہلیت پھر لوٹ آیا)

ہوئی ہے پھر فسادِ بحر و بر کی گرم بازاری
شعورِ خیر و شر سے پھر زمانہ ہو گیا عاری

زمانہ کا وہی ماحول جو بعثت سے پہلے تھا
جو ظلمت تھی قرونِ مظلمہ میں چار سو طاری

اسی ظلمت کی کالی آندھیاں مغرب سے پھر آئیں
رسومِ جاہلیت کی ہے پھر اب گرم بازاری

وہ دورِ جاہلیت، وہ رعونت، وہ سیہ کاری
وہ خود رائی، وہ خود بینی، وہ حق پوشی، وہ خونخواری

وہ سیلِ دہریت، وہ حق فراموشی، وہ لادینی
وہ آزادی، وہ سرتابی، وہ بدمستی وہ میخواری

وہ قتلِ عام، وہ آتش زنی، وہ فتنہ انگیزی
وہ انسانی ہلاکت خیزیاں، وہ مردم آزاری

وہ عقلِ خام کی پوجا، وہ خواہش کی پرستاری
وہ بندوں کی خدائی، وہ خدا سے عام بیزاری

وہ سلطاں کی پرستش، وہ غلامی نوعِ انساں کی
وہ آدم کُش ترقی، ارتقا کی وہ جفاکاری

وہ فتنہ، وہ فسادِ بحر و بر ہے پھر جوانی پر
وہی خوں عہدِ حاضر کی رگ و پے میں ہے پھر جاری

غضب یہ ہے کہ جو کرتا یہ فتنے درہم و برہم
گلے میں اسکے بھی ہے اقتدا کا طوقِ صد خواری

نظر خیرہ ہے، دل بیمار ہے، مرعوب ہمت ہے
مشکّک، معترض، مسحور، خود ہی خیر امّت ہے

(تمنائے ہدایت)

تمنا ہے کہ کوئی راہ پر ان کو لگا دیتا — کوئی آوارگانِ دہر کو منزل بتا دیتا

جو ہیں روٹھے ہوئے اللہ سے اللہ کے بندے — کوئی للہ پھر اللہ سے ان کو ملا دیتا

زمیں پر بج رہا ہے دھوم سے ابلیس کا ڈنکا — مجاہد کوئی کاش اللہ کا ڈنکا بجا دیتا

جہاں میں آتش نمرود کے شعلے بھڑکتے ہیں — خلیل آسا کوئی اس آگ کو آکر بجھا دیتا

وہی فرعونیت چمکی نرالے ساز و ساماں سے — جلال رب موسیٰ طور سے بجلی گرا دیتا

مخاطب اخرجت للناس کے تیار ہو جاتے — تو ہاتف انتم الاعلون کا مژدہ سنا دیتا

زمیں پر پھیل جاتے اہل دل گرم سفر ہو کر — کوئی اس قافلہ کو خواب غفلت سے جگا دیتا

دبی ہیں راکھ میں چنگاریاں عشق الٰہی کی — کوئی سوز دروں سے آگ سینوں میں لگا دیتا

بقایا خیر امت کا ہے اہل ارض کا جوہر — اگر یہ متحد ہوتا تو دنیا کو ہلا دیتا

جہاں سے ظلمتیں طاغوت کی کافور ہو جاتیں — یہ حزب اللہ نور حق سے سب کو جگمگا دیتا

زمیں پر بوجھ ہے کام اللہ لیگا پھر امامت کا

نبوت ختم ہے اب ہے یہ منصب خیر امت کا

(اصلاحِ عالمگیر)

نبیؐ حق کے پیمبر تھے نبیؐ کا تو پیمبر ہے
کہ ان کے بعد اب تو اسود و احمر کا رہبر ہے

نبیؐ کے سامنے بھی تھا یہی ماحول ظلمانی
نبیؐ کے فیض سے تو بھی منوّر ہے منوّر ہے

نبیؐ نے جسطرح اصلاحِ عالمگیر فرمائی
وہی پاکیزہ دستور العمل اب بھی مقرر ہے

ہلاکت ہے حدود اللہ سے بڑھکر قدم رکھنا
فلاحِ دین و دنیا پیروِ حق کو میسر ہے

وہی قبلہ، وہی قرآں، وہی ارکاں وہی ایماں
وہی اسلوبِ طاعت ہے وہی محرابؐ منبر ہے

تو پھر تبلیغِ حق ہی کا عمل ہو کیوں تراشیدہ
نبیؐ کا اسوہ تیری گردشِ دعوت کا محور ہے

نبیؐ نے وہ نظامِ تربیت تجویز فرمایا
نتیجہ جس کا حال قوم اصحابؓ پیمبرؐ ہے

بدل دی دل کی دنیا جسم کی کایا پلٹ کر دی
تمدن معترف، تہذیب ابتک ح گستر ہے

نبیؐ کے تربیت فرمودہ امیّین سبھی تھے
کہ منصب خیرِ امت کا نہ ہنگامہ نہ لیکچر ہے

نہ تنہا خانقاہیں ہیں نہ مکتب آشیاں اپنا
اگر مل کر اڑیں جبریل کا ہر ایک شہپر ہے

خصوصی مرکزوں میں وہ رجوعِ عام کیونکر ہو
وہ ساماں ہی نہیں کرتے تو فیضِ تام کیونکر ہو

(عوام اور علماء کی بے ربطی)

مگر احساس منصب ہے نہ احساس غلط کاری
اثر کیا ہو دوا کا جب نہ ہو تشخیص بیماری

مقدس ہستیاں ہیں اور نورانی فضائیں ہیں
نہیں پیش نظر ان کے مگر اسلام کی خواری

نگاہیں ہیں بلند انکی مسلط قوم پر پستی
وہ ہیں نورٌ علیٰ نور اور ہم محوِ سیہ کاری

وہ بیشک کیمیا گر ہیں، نظر اکسیر اثر ان کی
وہ ہم سے دور ہیں اور ہم ہیں استغنا کی بیماری

وہ ہیں مصروفِ طاعت دینداری ان پہ نازاں ہے
مگر ہم اپنے طعنہ زن ہیں اور خود دین سے عاری

طلب جبتک نہ ہو امت میں، وہ کچھ کر نہیں سکتے
طلب ممکن نہیں جب تک کریں ہم سب تیاری

وہاں تفسیر، دورہ، درس، افتا، فلسفہ، منطق
یہاں رخصت ہے ایمان ویقیں، الحاد ہے طاری

یقیں پیدا ہوا اوّل بعد ازاں کچھ اور بھی ہوگا
مدارس بے اثر ہیں، خانقاہیں جذبے عاری

بدل جاتی ہے ترتیب عمل کشف حقیقت سے
ضرورت ہے کہ اب ہو جائے احساسِ غلط کاری

فضائے حق کے استخفاف کی ظلمت برستی ہے
عبث ہے سعی دیں جب تک نہ ہو خوفِ خدا طاری

یقینِ آخرت رخصت، انابت ہو تو کیونکر ہو
انابت ہی نہیں پھر حق کی نصرت ہو تو کیونکر ہو

(دو طرفہ بے نیازی)

طلب والوں سے ہے معمور بیشک خانقاہ اپنی
بھری ہے طالبانِ علمِ دیں سے درسگاہ اپنی

مگر افرادِ ملت نے فریبِ زندگی کھا کر
بنالی دوسری منزل الگ کرلی ہے راہ اپنی

ہم اس امید پر اپنی دوکانیں لیکے بیٹھے ہیں
کہ گاہک روکڑیں لائیں گے خود شام و پگاہ اپنی

مگر جنکی طلب ہی دوسری ہو کیوں اِدھر آئیں
دو طرفہ بے نیازی میں جماعت ہے تباہ اپنی

تو کیا اپنے ادارے درحقیقت بے نتیجہ ہیں
نہیں، ان کارخانوں ہی میں بنتی ہے نگاہ اپنی

ہماری خانقاہوں میں دلِ بوبکرؓ ڈھلتا ہے
علیؓ کرتی ہے پیدا مدرسوں میں درسگاہ اپنی

ادھر ترکہ نبیؐ کا وعظ میں تقسیم ہوتا ہے
ادھر صفہ سے نسبت جوڑتی ہے خانقاہ اپنی

مگر کیا غیر طالب سے نبیؐ نے بے نیازی کی
اگر ایسا نہیں پھر ہے کہاں جائے پناہ اپنی

جماعت منتشر ہوکر اخوت مٹتی جاتی ہے
ہمارے ضعف پر بے دست و پائی ہے گواہ اپنی

اگر ہوں یہ ادارے اخرجت للناس کے حامی
جدھر ہم چل پڑیں آنکھیں بچھائیں مہر و ماہ اپنی

صلاحِ کار اک ایسا طریقِ زندگانی ہے
کہ جس میں مسلکِ خیر الامم پیہم روانی ہے

(طریقِ کار)

جو الہامی طریقِ کار معمولِ نبوت تھا — اسی کو چھوڑ بیٹھی وائے غفلت ملتِ بیضا

وہ قلبِ ماہیت کا راز مخفی ہی رہا اب تک — جسے نطقِ نبوت نے کیا تھا برملا افشا

نبیؐ کی چند سالہ کوششوں نے امیوں کو بھی — بنایا اعلم و اقضیٰ بنایا اکرم و اتقیٰ

مزکیٰ ہو کے علم و حکمتِ اسلام سے اُمی — جہاں پہنچے بدل دی یک بیک اس دیس کی کایا

پیمبرؐ کا اگر دورِ نبوت ہے قیامت تک — اگر کارِ نبوت ہے فریضہ خیرِ امت کا

تو کیا وہ فیضِ عام و نفعِ تام اب غیر ممکن ہے — اگر ہو پھر وہی ساماں اگر ہو پھر اثر پیدا

اگر لایخلف المیعاد پر ایمان رکھتا ہے — مہیا کیوں نہیں کرتا ہے ساماں نصرتِ حق کا

خوشا وہ دل عطا ہو جسکو شرحِ صدر کی دولت — زہے وہ سر کہ بخشا جائے جسکو پھر وہی سودا

اگر ہے انتظارِ وحیِ جبریلِ امیں تجھکو — تو اسکی اب نہ حاجت ہے نہ اب امکان ہے اسکا

خدا توفیق بخشے تجھکو سننے اور سمجھنے کی — کہے دیتا ہوں میں اسرارِ قلبِ ماہیت افشا

الٰہی! تزکیہ فرما کے قلبِ ماہیت کر دے

وہی ایماں وہی دل دے وہی سودا وہی سر دے

(عمومی تربیت)

نئی تدبیر سے اصلاحِ امت ہو نہیں سکتی
پرانی راہ سے ہٹ کر ہدایت ہو نہیں سکتی

ہمارے درد و درماں سے ہے واقف فاطرِ ہستی
سوا اسکے کسی سے اور صحت ہو نہیں سکتی

ہمارے مدرسوں سے، خانقاہوں سے، اداروں سے
جہاں میں حق کی کیا کامل اشاعت ہو نہیں سکتی

افادی قوتیں دراصل کیا محدود ہیں انکی
عمومی تربیت کیا درحقیقت ہو نہیں سکتی

جو اٹھیں تربیت گاہوں سے علم و ذکر کے حامل
کسی سے ان سے بہتر اور خدمت ہو نہیں سکتی

معلم چل کھڑے ہوتے تھے دربارِ نبوت سے
تو کیا تیار اب ویسی جماعت ہو نہیں سکتی

سکونِ خانقاہی یا نظامِ درس گاہی پہ
اگر قانع نبوت کی بصیرت ہو نہیں سکتی

تو پھر اے مصلحینِ امتِ بیضا یہ دینداری
کبھی نفرت کے قابل تا قیامت ہو نہیں سکتی

خدا نے رازِ قلبِ ماہیت جو وحی فرمایا
عمومی تربیت ہے جو اکارت ہو نہیں سکتی

نبیؐ نے جو عمومی تربیت کی راہ کھولی ہے
تو کیا پھر اس پہ چل پڑنے کی صورت ہو نہیں سکتی

بقدرِ رہنمائی مرکزوں سے اب نکلنا ہے
عمومی تربیت سے اپنی تقدیریں بدلنا ہے

(عمومی نصرت)

خداوندا مرے نالوں میں ہو ایسا اثر پیدا
مری آواز کر دے درد دل درد جگر پیدا

مری راتوں کی آہیں پھونک دیں ظلمت کے پردوں کو
شب تاریک ملت سے ہو تابندہ سحر پیدا

یہ امت نصرت دیں کیلئے بیتاب ہو جائے
الٰہی! دین کا سودا ہو جسمیں ہوں وہ سر پیدا

عمومی تربیت کا یہ بھی اک دستور محکم ہے
کہ جذبہ نصرت دیں کا دلوں میں ہو اگر پیدا

تو "بنص کم" کے وعدہ کے بموجب نصرت حق کا
عمل کی راہ میں ہر ہر قدم پہ ہو اثر پیدا

ابھر کر وہ شجر بن جائے نقش "جاھدوا فینا"
کہ جس سے ہوں فلاح دین و دنیا کے ثمر پیدا

وہ قوت کار فرما پردہ من ینصرہ میں ہے
ارادہ ہو اگر پرواز کا ہوں بال و پر پیدا

عمومی تربیت بھی ہو عمومی نصرت دیں بھی
تو ہو جبریل و اسرافیل کا وہ کر" و فر پیدا

صدائے صور بنکر نعرۂ تکبیر ادھر گونجے
ادھر ہوں جنبش بازو سے خود تیغ و تبر پیدا

مرتب اپنی افواج ظفر امواج ہو جائیں
اگر ہو جذبۂ نصرت کہیں باہم دگر پیدا

الٰہی! امتی بنجائیں شمع حق کے پروانے
پرو دے رشتۂ تسبیح میں بکھرے ہوئے دانے

(یقین کی ضرورت)

شب تاریک میں تاریک رہ جائے زمیں اپنی
نہ چھٹکائے جو روشن چاندنی ماہِ مبیں اپنی

کہ قلب ماہیت کا یہ بھی اک آئین روشن ہے
اگر دیں روشنی بھرپور ایمان و یقیں اپنی

تو اپنی آنکھ سے ہم دیکھ لیں معراج کی سیر یں
یہ دل کہہ دے خدا اپنا، فلک اپنا زمیں اپنی

خداوندی معیت ہے یقین پختہ پر مبنی
جو ہو ایماں تو پھر ہے کامیابی بالیقیں اپنی

زمانہ کروٹیں لیتا ہے ہم بے چین ہوتے ہیں
کہ اطمینان کے قابل کوئی کروٹ نہیں اپنی

تلون ہے طبیعت میں، تزلزل ہے ارادوں میں
کہاں نصرت اگر صورت نہ دکھلائے یقیں اپنی

کہیں اسمی مسلماں ہیں، کہیں رسمی مسلماں ہیں
مگر ثابت نہیں ہوتی مسلمانی کہیں اپنی

نہ غیر اپنا نہ تم اپنے نہ دل اپنا نہ ہم اپنے
نہیں کوئی بھی اپنا، بیکسی ہے ہمنشیں اپنی

کہاں لیجائیں ہم اپنی سیہ روئی، سیہ کاری
اڑھا دیں کاش کملی رحمۃ للعالمیں اپنی

ہمارا کام بن جائے اگر مبذول فرمائے
ہمارے حال پر رحمت الہٰ العالمیں اپنی

تمسخر پر اتر آئے ہیں گو اعدائے دیں سارے
مسلماں سرسری ایمان پر قانع ہیں ناکارے

•

(اخلاص نیت)

نظر بھٹکی ہوئی دل مضطرب ہے ماجرا کیا ہے
ہوس ہے، آرزو ہے، جستجو ہے، مدعا کیا ہے

نگاہ مرد مومن آہ صید کم نگاہی ہے
حقیقت دیکھنے والے مجاز بے بقا کیا ہے

عمل کی روح ہے للّٰہیت، اخلاص حق بینی
وگرنہ ہر عمل اک بت پرستی کے سوا کیا ہے

ہے قلب ماہیت کا ایک یہ بھی درس حقانی
کہ مقصود عمل ذات خدا ہو ماسوا کیا ہے

سمجھ مفہوم "الاعمال بالنیات" کا پہلے
تجھے معلوم یہ ہو جائے گا خود ہی جزا کیا ہے

نظر میں ماسوا ہے، ماسوا بھی مل نہیں سکتا
خدائے ماسوا گر مل گیا پھر ماسوا کیا ہے

نظر کو پست کرنا مرد مومن کو نہیں زیبا
ہے دنیا تیری خاک راہ اسمیں مبتلا کیا ہے

اگر من کان للہ ابتدائے کار ہو تیری
تو کان اللہ لہ سے پوچھ تیری انتہا کیا ہے

خدا بنجائے چشم و گوش و دست و پا اگر خود ہی
تو پھر کیا ہو جزاہ اللہ شاعر نے کہا کیا ہے

"خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے"

الٰہی! امت محبوب کو راز آشنا کر دے
مقام عبدیت مومن کو اپنے پھر عطا کر دے

(فنائے تمام)

اگر ہے طالب رازِ بقا حق پر فدا ہو جا
بقا ہو کر فنا ہو جا فنا ہو کر بقا ہو جا

حباب آسا اگر ابھرا ہوائے خود پرستی سے
وجودِ بے ثبات اپنا مٹا بحر آشنا ہو جا

جہانِ کفر و دیں میں امتیازی شان پیدا کر
اگر کافر ہے خود بیں تو عمل سے حق نما ہو جا

سہارا غیر، غیر اللہ کا لیتے ہیں یا اپنا
مگر تو مردِ مومن ہے خدا کا آسرا ہو جا

تری تلوار ہے طاغوت کُش باطل شکن بازو
تو نفی تیغ و بازو کر کے بازوئے خدا ہو جا

تری بیچارگی سے قوتِ حق صاف ظاہر ہے
فقط "لم تقتلوا ھم" کہہ کے خنجر آزما ہو جا

خدا کی بے نیازی سے نیاز و عجز پیدا کر
لرز جا دیکھکر "لولا دعا" محوِ دعا ہو جا

جزا کافر کو ملتی ہے بقدرِ سعی دنیا میں
یہ رازِ عالمِ اسباب ہے راز آشنا ہو جا

بقدرِ عجز و زاری نصرتِ مومن مقرر ہے
سراپا پیکرِ کردار سر تا پا دعا ہو جا

مصافِ بدر، ضعفِ ظاہری، تائیدِ ربانی
یہ باتیں دیکھ سیفِ حق، زبانِ مصطفیٰ ہو جا

یہ ہیں اسرار احیا آبِ حیاتِ جاودانی بن
سراپا پیکرِ دعوت پیامِ زندگانی بن

(اپنی نگہداشت)

طریقِ "اخرجت للناس" ہے تدبیرِ الہامی
نہیں ممکن نہیں ممکن کہ ہو منتج بہ ناکامی

مگر شرطِ سفر ہے ساتھ ہو اخلاص کا توشہ
مسلماں نامسلماں ہو تو ناممکن خوش انجامی

اگر لما انسوا پر بھی فتحنا کا ترتب ہو
تو ہے یہ کامیابی اک ہلاکت خیز ناکامی

کہاں حتّٰی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناھم
کہاں ولینصرن اللّٰہ کا منشورِ انعامی

خدا کے صبغۂ احسن سے رنگیں کر خودی اپنی
نہیں بے داغ رہ سکتی ہے ورنہ تیری گلفامی

تعلق حق سے مومن کا نہیں بازیچۂ طفلاں
نہ کی اپنی نگہداری تو ہر کوشش ہے ناکامی

حنین و بدر سے کس تختگی کا درس ملتا ہے
روا اذا عجبتکم کی نہ فرمائی گئی خامی

قدم اس راہ میں رکھا تو ہے اے ہمتِ مومن
اگر لغزش ہوئی منزل ہے اس کاوش کی بدنامی

قرونِ خیر کا اسوہ ہے تیری راہ اے رہرو
نہاں ہے راہِ حق میں سات صدیوں کی سبک گامی

جو ہو اب بھی عمومی تربیت طرزِ نبوت پر
سنور سکتے ہیں پیہم کوششوں سے عالم و عامی

سوادِ اعظمِ امت نہ جب تک باصفا ہوگا
نہ ہرگز انتم الاعلون کا وعدہ وفا ہوگا

(راہ کا پہلا قدم)

سوادِ اعظمِ اسلام کا پھر باصفا ہونا
نہیں ممکن میسر ہو نہ جب تک باخدا ہونا

طلب ہی باخدا ہونے کی امت میں نہیں جبتک
تو کس بنیاد پر ممکن ہے آخر باصفا ہونا

صفا کی راہ کا پہلا قدم گردن نہادن ہے
حنیفی ہے تبتل ہے یہ خم ہونا دوتا ہونا

یہی اسلام ہے تہلیل کی بنیاد اسی پر ہے
اسی کا ضعف ہے شرک خدا میں مبتلا ہونا

یہی گردن نہادن کی صفت گم ہو تو کافر ہو
بغیر اس وصف کے ممکن نہیں ہے باصفا ہونا

زہے ہنگام تعمیر حرم اے ذوق اسلامی
انابت سے اب و فرزند کا محو دعا ہونا

یہی گردن نہادن کی صفت مانگی تھی دونوں نے
مبارک ہو اسی خُلّت پہ کعبہ کی بنا ہونا

اب و فرزند کی ذرّیت گم کردہ منزل سے
مبارک ہو گروہ باخدا کا باصفا ہونا

ہوئی مقبول ابراہیمؑ کی پیاری دعا آخر
ہویدا ہے محمدﷺ کا حبیب کبریا ہونا

لگا دی گفتگوئے عاشقی نے آگ سینوں میں
معاً سوئے ہوئے دیوار و در کا پُر صدا ہونا

مقدم ماجرائے عاشقی ہے پھر وفاداری
نہ ہو ایمان مستحکم تو ناممکن ہے دینداری

(کرشمۂ محبت)

محبت ہو تو مشکل خود بخود آساں ہو جائے — عمل آسان ہے حاصل اگر ایمان ہو جائے

محبت جانِ ایماں ہے حدود اللہ کے اندر — محبت ہو تو ایماں بڑھ کے خود احسان ہو جائے

جو ایماں تربیت پا جائے آغوشِ محبت میں — نبیؐ کا اہلبیت ایران کا سلمانؓ ہو جائے

محبت سر کٹائے، تیر کھائے، خان و ماں بیچے — کبھی حمزہؓ، کبھی طلحہؓ، کبھی عثمانؓ ہو جائے

محبت سے نبیؐ نے دینِ حق کی ابتدا کی تھی — کہ جذبِ عشق سے راہِ سلوک آسان ہو جائے

صحابہؓ نے نبیؐ سے اولاً ایمان سیکھا تھا — کہ ذوق و شوق دیں میں دلنشیں قرآن ہو جائے

کہا جس مردِ حق نے لاالٰہ اکبار جھوم اٹھا — لگی دل میں کہ ترکِ کل سے اطمینان ہو جائے

کہا جب حرفِ الا اللہ گویا جی اٹھا مر کر — مگر یہ دھن کہ پھر اللہ پہ قربان ہو جائے

محمدؐ کو رسول اللہ جس نے کہدیا اس نے — یہ کوشش کی جیتا جاگتا قرآن ہو جائے

عمل تعمیلِ ایماں۔ اور۔ ایماں عشقِ صادق ہے — نہ ہو گر عشق خالی از عمل انسان ہو جائے

کرشمہ سازئ عشقِ خدا سے باصفا ہونا

حقیقی زندگی کیا ہے؟ محبت میں فنا ہونا

(فنا فی اللہ)

حقیقی روح اسلامی ہے حق آگاہ ہو جانا
خوش انجامی ہے یوں مسلم کی بسم اللہ ہو جانا

یقین، ایماں، عقیدت، عشق، عظمت، بندگی کچھ بھی
نہیں مشکل جو آجائے فنا فی اللہ ہو جانا

فنا فی اللہ ہو جانا نہیں ممکن نہیں ممکن
نہیں سیکھا اگر آگاہ الا اللہ ہو جانا

جو سمجھے حرف الا اللہ دل انکا نظر انکی
نہیں ممکن کسی کی اور دل میں راہ ہو جانا

نگاہوں پر وہی چھا جائیں بس جائیں وہی دلمیں
میسر ہو دل و جاں کو سراپا آہ ہو جانا

یہ دل کہدے کمال انکا، جمال انکا، نوال انکا
زبان و قلب سیکھے وقف الا اللہ ہو جانا

جو نفی لاالٰہ اتنا بٹھادے نقش الا اللہ
کہ ممکن ہو نہ مائل سوئے غیر اللہ ہو جانا

"آلِ عشقہائے کز پئے رنگے بود" سمجھے
کہاں ممکن غلام نفس و مال و جاہ ہو جانا

نظر جب اسقدر پھیلے حقیقت آشکارا ہو
کہ ہے در اصل حق اعلانِ لااکراہ ہو جانا

در فیض محمدؐ وا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے ہوگراں جس پر فنا فی اللہ ہو جانا

حقیقت حرفِ ایماں کی مسلماں سے کوئی پوچھے
مسلماں کی حقیقت حرفِ ایماں سے کوئی پوچھے

(خود فریبی)

سمائے دل میں یوں اپنے کو وہ ربّ العلیٰ کہکر
کہ ہم نے رکھدیا سر آستانے پر بلیٰ کہہ کر

خوشا حسنِ ازل، عشقِ ازل، عہدِ ازل جس سے
ہوا وہ درد پیدا روئے برسوں ربنا کہہ کر

جہاں کی خسروی، تسخیرِ فطرت، علمِ اسما سے
فرشتوں پر ہمیں ترجیح بخشی کلہا کہہ کر

یہاں کے غنچہ و گل، زلف و کاکل، نرگس و سنبل
بہاتے تھے ہمیں افسانۂ لطفِ خدا کہہ کر

یہاں کے مہ جبینوں، ماہ پاروں، چاند تاروں نے
لگائے دل پہ چرکے قصۂ حسن و ادا کہہ کر

زمانے کی ہواؤں نے، گھٹاؤں نے، فضاؤں نے
ہمیں دیں تھپکیاں افسانۂ آب و ہوا کہہ کر

کیا اٹکھیلیوں نے ان حسینوں کی اثر الٹا
لگا دی آگ سی حسنِ ازل کا ماجرا کہہ کر

مبدل ہو گئی عشقِ خدا میں چپقلش ساری
پیامِ یار گویا چل دیا پیکِ صبا کہہ کر

ہمیں نے پھر جھکائے سر مجازی آستانوں پر
زمانے کے بتانِ بے وفا کو باوفا کہہ کر

ہمیں رسوائے عالم کر دیا اس خود فریبی نے
مٹے ہم لا الٰہ کے بعد الّا ماسوا کہہ کر

نبیوں پر نبی لے لے کے پیغامِ ہدیٰ آئے
بالآخر سرورِ عالم محمد مصطفیٰؐ آئے

(دورِ جاہلیت اور حضورؐ)

حبیبِ کبریاؐ کو وہ ملا ماحول ظلمانی
کہ جس کا مختصر احوال ہے تفصیل طولانی

فسادِ بحر و بر کی وہ گھٹا گھنگھور چھائی تھی
کہ جسمیں تھا ہوا آگ تھی لیکن نہ تھا پانی

فضا مسموم، حس مجبوط، احساس حیا رخصت
ہوا بالکل مخالف، قوم کے اطوار شیطانی

اِدھر اصلاح کی کوشش اُدھر افساد کے طوفاں
ہدایت کی اِدھر بارش اُدھر غفلت کی طغیانی

اِدھر دعوت، اُدھر گالی۔ اِدھر رقّت اُدھر پتھر
اِدھر پیہم نصیحت، اسطرف پیہم ہوس رانی

اٹھائیں اسقدر کڑیاں، وہ پیہم سختیاں جھیلیں
لعلکؐ باخع نفسک ہے تفسیرِ پریشانی

مگر ہونے لگا حق کا اثر آہستہ آہستہ
بالآخر دل میں گھر کرنے لگیں آیات قرآنی

وہ قلب ماہیت کا نسخہ استعمال فرمایا
کہ جو سینوں میں تھے پتھر کے ٹکڑے ہو گئے پانی

ہوئے تھے جو کبھی دختر کُشی کے مرتکب وہ بھی
ہوئے سرمایہ دارِ آہ و اشک و دردِ پنہانی

خدا کے سامنے رونے میں وہ ملنے لگی لذت
کہ آہوں کی فراوانی ہوئی، اشکوں کی ارزانی

جو دشمن تھے بنے شمعِ رضائے حق کے پروانے
خدا پر دینے والے جان، پیغمبرؐ کے دیوانے

(نبیؐ کا فیض)

پڑھایا تھا رسول اللہ نے یوں لا الٰہ انکو
کہ کر دینا پڑی غیروں سے قطع رسم و راہ انکو

کہا قول و عمل سے یوں "نہیں کوئی الٰہ اپنا"
اٹھا کر لے اڑا عرش بریں پر لا الٰہ انکو

وہ دیرینہ تعلق جو بتان بے وفا سے تھا
سراسر کر چکا تھا گرچہ برباد و تباہ انکو

مگر خاک کف پائے نبیؐ کا جب لگا سرمہ
تو آنکھیں کھل گئیں آئی نظر دنیا سیاہ انکو

انھیں بندہ بنا رکھا تھا معبودانِ باطل نے
نبیؐ کے فیض سے لیکن ہوا اب انتباہ انکو

نگاہ حق پرستی میں عدوے جاں نظر آئی
فضا، عادت، جماعت، نفس، خواہش رسم و راہ انکو

طبیعت، دل، قبیلہ، مشغلہ، لہو و لعب، پیشہ
نظر آنے لگی ہر شے بلائے بے پناہ انکو

بتائی پھر نبیؐ نے کرکے الا اللہ کا عارف
ہلاکت سے حفاظت کی نہیں جائے پناہ انکو

کھلیں آنکھیں تو ہر باطل کو باطل حق کو حق دیکھا
نظر آئی نبیؐ کی ذات سچی خیر خواہ انکو

کہا جب لا الٰہ اس طرح غیر اللہ کو چھوڑا
کہ الا اللہ نے بخشی نبیؐ کی بارگاہ انکو

حقیقت میں قوی فعال یہ دونوں عناصر ہیں
مگر اب رسم سے پامال اثر کرنے سے قاصر ہیں

(رسمی کلمہ)

انھیں دونوں عناصر نے بدل دی تھی فضا انکی
نبیؐ نے دین کے سانچے میں ڈھالی ہر ادا انکی

وہاں کی ان عناصر نے کھلے بندوں وہ فعالی
کہ اب تک درج ہے قرآں میں مدح و ثنا انکی

یہاں دونوں عناصر رسم کے دو بول ہیں خالی
رہی اب حیثیت کیا ایک منتر کے سوا انکی

وہاں اک ضرب الا اللہ سے بت ٹوٹ جاتے تھے
یہاں ہوتی ہے ہر ہر ضرب پر نشو و نما انکی

وہاں قلب و زباں سے لا الٰہ اسطرح کہتے تھے
کہ دیتے تھے گواہی جھوم کر ارض و سما انکی

وہاں للہ رب العلمین انکا سراپا تھا
کلام اللہ میں تصدیق کرتا ہے خدا انکی

یہاں ہے لب پہ الا اللہ، الا الٰہ ہے دل میں
زبان و دل سے الا اللہ کی تھی ہر صدا انکی

ہویدا ہوا اثر کیا خاک فعالی عناصر کا
بدل سکتی ہے حالت رسم کے بولوں سے کیا انکی

نہیں لفظوں سے بھی واقف سوادِ اعظم امت
نہیں اسمیں مگر اے دردمندو! کچھ خطا انکی

جنھیں معلوم ہے مسئول عنداللہ وہ ہونگے
کہ حسبِ کلکم راع مدد کی تم نے کیا انکی

مخاطب اخرجت للناس کے ہشیار ہو جائیں
نبیؐ کے جانشیں بہر عمل تیار ہو جائیں

(تقاضائے وقت سے غفلت)

جن آنکھوں نے مسلماں کو ذلیل و خوار دیکھا ہے ۔۔۔ جنھوں نے دین کو رسوا سر بازار دیکھا ہے
جنھوں نے شمع کی لو کیطرح دیئی پہاڑوں کو ۔۔۔ زمانے کی ہوا سے مرتعش ہر بار دیکھا ہے
جنھوں نے ضرب الا اللہ سے مجروح سینوں کو ۔۔۔ بتان بے وفا کے عشق کا بیمار دیکھا ہے
جنھوں نے بو قبیس و طور کے نظارہ خواہوں کو ۔۔۔ لب بام و سر رہ طالب دیدار دیکھا ہے
جنھوں نے اخرجت للنّاس کے پرچم کے حامل کو ۔۔۔ پیمبر ؐ سے ، خدا تعؔ سے ، دین سے بیزار دیکھا ہے
جنھوں نے روز روشن اور شب تاریک میں ہمکو ۔۔۔ رہین خواب ، فتنوں کو مگر بیدار دیکھا ہے
وہ ارشادِ ابو اسحاق گوش ہوش سے سن لیں ۔۔۔ کہ جیوں ہی فتنہ الحاد ناہنجار دیکھا ہے
کہا اس دور کے گوشہ نشینانِ تصوف سے ۔۔۔ یہاں بیٹھے ہو تم امت نے یہ ادبار دیکھا ہے
ابو اسحاق کیا کس درد سے صدیق اکبر رضؓ نے ۔۔۔ کہا رِدّت کا جس دم فتنۂ خونخوار دیکھا ہے
مٹایا جائے دینِ مصطفیٰ اور میرے جیتے جی! ۔۔۔ بالآخر سب کو مرنے کے لئے تیار دیکھا ہے

یہاں اک فتنۂ الحاد و رِدّت آنیوالا ہے
مسلماں پرچم الآ الجُنبز کا لہرانیوالا ہے

(حفظِ ما تقدّم)

تحفظ کا کوئی ساماں پہلے سے اگر ہوگا
اگر آئندہ فتنے سے مسلماں باخبر ہوگا

اگر فتنے کی ہر گندم نمائی جو فروشی سے
مسلماں باخبر ہو کر حقیقی دیدہ ور ہوگا

اگر جنگ حق و باطل سے پہلے جائزہ لے لیں
بوقت لشکر آرائی مسلماں خود کدھر ہوگا

اگر پہلے سمجھ لیں یہ سپاہی ٹوٹ جائیں گے
جہاں تیار حزبُ اُلجبر با صد کرّ و فر ہوگا

اگر ان خامیوں کا پیشتر سے علم ہو جائے
کہ یہ کچا مسلماں کافروں میں جلوہ گر ہوگا

تقاضے پر اگر اس علم کے لگ جائیگی دل سے
دلِ دردآشنا پر آج اگر اس کا اثر ہوگا

تو یہ امید ہے جب وقت کل یہ فتنہ رنگیں
ہزاروں ساز و ساماں ساتھ لیکر جلوہ گر ہوگا

تو الا اللہ، الا الجبر کا قالب نہ بدلے گا
ہمارا آج کا دُکھ جھیلنا کل کارگر ہوگا

حقیقی کل ہے فردائے قیامت، جب خدا خود ہی
سرِ دربارِ محشر جزو و کُل کا دادگر ہوگا

گروہ سالحوں اُس روز پائیگا صلہ اپنا
درختِ اُخرجت للنّاس اُس دن بارور ہوگا

مصائب آئے ہم نے کہدیا دورِ زمانہ ہے
خدارا دیکھ قرآں یہ تصور کا فرانہ ہے

(دو مرکز)

مریضِ مادّیت کو دوائے دینداری دے
یقیں کو پختگی، للّٰہیت کو استواری دے

الٰہی حال و اعمال و مآلِ مردِ مومن کو
خیال و فہم و ذوق کا فکر سے رستگاری دے

وہ فتنہ، فتنۂ الحاد ہو یا فتنۂ ردّت
دلِ مومن کو خوفِ آخرت سے بیقراری دے

غمِ دنیا مساعی میں مبادا کارفرما ہو
غمِ دنیا میں بھی للّٰہیّت کی اشکباری دے

کوئی کانٹا چبھے، خنجر لگے، یا کوئی دکھ پہنچے
الٰہی خوابِ غفلت کو مجالِ ہوشیاری دے

دلِ مومن کو ہو توفیقِ استغفار ارزانی
اگر تیری مشیّت غم کو اذنِ دلفگاری دے

گناہوں سے سزاؤں سے، بلاؤں سے، بچا یارب
ہمارا پانا سزا ہیں صدقۂ پروردگاری دے

خداوندا عمومی تربیت کا ذوق پیدا کر
اخوت کالعدم ہے زندہ و پائندہ یاری دے

الٰہی! خانقاہی ذکر و علم درسگاہی کو
عمومی تربیت میں عام کرکے استواری دے

انھیں دو مرکزوں میں دین کا سرمایہ باقی ہے
یہ دولت عام کرکے دینِ حق کو پائداری دے

بجز ان مرکزوں کے حق کہیں باقی نہیں یارب
رہے گا دین تیرا تا بہ کے عزلت نشیں یارب

●

(عام بدحالی)

گھروں میں ہے، نہ گلیوں میں نہ بازاروں میں دیں باقی — یہی اتنا نہیں سینوں کے اندر بھی نہیں باقی

اگر سینوں کے اندر ہو تو ظاہر ہو جوارح سے — مجامع کس طرح رہ جائیں خالی ہمنشیں باقی

محلوں، گاؤں، شہروں، خلوتوں، تفریح گاہوں میں — نہیں ہے آخرت کی فکر دنیا میں کہیں باقی

معاصی کے ادارے، کارخانے، منڈیاں، اڈے — نہ ہوں قائم جہاں کوئی مقام ایسا نہیں باقی

ترقی، اشتہار، اعلان دعوت کے لئے انکی — نہیں ہے کوئی تدبیر و طریق دلنشیں باقی

ہوائیں لیکے پہونچیں یہ جراثیم ان فضاؤں میں — حفاظت کی جہاں تدبیر کوئی بھی نہیں باقی

زمانے کی ہوا سے ہر طرف پھیلا فساد ایسا — کہ گھر باقی شریفوں کے نہ خود پردہ نشیں باقی

سمٹ کر ہر طرف سے مدرسوں یا خانقاہوں میں — چھپا بیٹھا ہے، بس ہے اسطرح دین متیں باقی

ترقی ہر طرف تعلیم کی ہے اس زمانے میں — مگر حق کے لئے توسیع کا امکان نہیں باقی

جہاں دو مدرسے دنیا کے تھے ہیں آج سو جاری — جہاں سو مدرسے تھے دین کے دو بھی نہیں باقی

پھر ان میں سے بھی اکثر مستقل دنیا کے دھندے ہیں
معلم صورت و سیرت میں بد دینی کے پھندے ہیں

(تن ہمہ داغ داغ شد)

بہت سی خانقاہیں ہیں سراپا شرحِ بدحالی
مزامیر و سرود و رقص و وجد و عرس و قوالی

کہاں کا ذکر، کس کی فکر، کیسا احتساب اپنا
یہاں کا شغل مستی، خواب و خور یا فارغ البالی

کبھی صدق و صفا، اخلاص و تقویٰ تھا شعار انکا
مگر معمور ہیں اب فسق سے، ہیں عشق سے خالی

مدارس کے معلم، خانقاہی صوفیہ، دونوں
کوئی اسلام پر دھبہ ہے، کوئی دیں پہ گالی

ہوئے رخصت دوائے دردِ دل کے بیچنے والے
دکانیں رہ گئیں بندوں کو ٹھگنے کے لئے خالی

عوام الناس کا کیا ذکر جب یہ حال ہے انکا
نمونہ ہے یہ حق کا! دین کا اللہ ہے والی

مسلمانوں کے دم سے معصیت خانوں کی رونق ہے
بہر صورت عیاں ہے خیرِ امت کی زبوں حالی

مگر کچھ مدرسے کچھ خانقاہیں وہ بھی ہیں باقی
کہ جن کا مرتبہ نزدِ خدا و خلق ہے عالی

خدا شاہد ہرا ہو جائیگا اسلام کا گلشن
اگر یہ نیک بندے بن گئے اس باغ کے مالی

دلوں کے پھیرنے والے خدا دل پھیر دے انکے
عمومی تربیت میں ان سے پیدا کر انکو فالی

اگر اللہ کے یہ چند بندے اٹھ کھڑے ہوتے
جگانا تھا جنھیں دنیا کو وہ خود آپ کیوں سوتے

(انقلابی رَو)

زبوں سے ہے زبوں تر حال امت کی تباہی کا — اوامر پہ ہے بندش عام ہے اجرا نواہی کا

شب تاریک بھی روشن ہے بجلی کے چراغوں سے — اثر ہے روز روشن پر بھی اس روشن سیاہی کا

چمک تہذیب حاضر کی وہ ظلمت ہے حقیقت میں — کہ منہ بھی دیکھنا مشکل ہے اس میں بیگناہی کا

علوم مغربی الحاد بھی ہمراہ لاتے ہیں — بڑا اکرام فرماتے ہیں اس منزل میں راہی کا

حکومت کا اثر، روزی کی حاجت علم کا دھوکا — یہ تینوں ٹھگ دباتے ہیں گلا حق کے سپاہی کا

دلوں میں جب ہے الا الدہر الا اللہ کے بدلے — نتیجہ کیا ہو توحید و رسالت کی گواہی کا

نہایت تیز ہے یہ انقلابی رو زمانے میں — اندھیرا پھیلتا جاتا ہے باطل کی سیاہی کا

مرض الحاد کا گھٹتا چلا جاتا ہے سینوں میں — گھروں پر ہے مسلمانوں کے غلبہ اس تباہی کا

اگر دادا ہے شب بیدار بیٹا مست غفلت ہے — اڑاتا ہے مگر پوتا مذاق امرِ الہی کا

بہو نے ساس کا خالی مصلیٰ ہی لپیٹا تھا — ادا حق کر دیا پوتی نے لیکن خیر خواہی کا

اُدھر ایمان رخصت ہے ادھر احساس رخصت ہے
ارے اللہ پاسِ اخرجت للناس رخصت ہے

(ضرورتِ مدارس)

مدارس خدمت تعلیم میں ہیں روز و شب کوشاں
مشائخ تربیت کرتے ہیں اپنی شان کے شایاں

مدارس گو نہ تھے عہد رسول اللہؐ میں لیکن
قیام انکا براہ راست ہے اسلام پر احساں

نبیؐ کی طرح جب واصل بحق اصحابؓ ہو جاتے
بمشکل ہاتھ میں امت کے رہ جاتا فقط قرآں

نبیؐ نے جسطرح قرآں کو سمجھا اور سمجھایا
کسی سے اور یہ ہرگز نہ بن پڑتا کسی عنواں

ہزاروں رحمتیں نازل کرے اللہ ان سب پر
کتابوں میں جنھوں نے بھر دیا گنجینۂ عرفاں

رسولؐ، اصحابؓ، قرن خیر کی تصویر کھینچی ہے
نہایت سخت تھے جو مرحلے سب ہو گئے آساں

مدارس کو خدا رکھے یہاں جو کھینچ کے آتے ہیں
نظیریں ہیں صحابہؓ کی رسول اللہ کے مہماں

ہوئے تھے منقلب اصحاب کے سینے سفینوں میں
مدارس میں سفینے بن رہے ہیں سینۂ عرفاں

مدارس علم دیں کی واقعی تکمیل گاہیں ہیں
کہ بھر دیتے ہیں کوزوں میں دلوں کے بحر بے پایاں

سحاب رحمتِ عالم نے جو دریا لنڈھائے تھے
وہ قطرہ قطرہ موتی بن گئے پھر بارش نیساں

مدارس علم دینی کی اگر تکمیل گاہیں ہیں
تو ذکر و تربیت کے کارخانے خانقاہیں ہیں

(خانقاہ و مدرسہ دوش بدوش)

درخت سبز اگر اسلام ہے جڑ اسکی ایماں ہے
نمو، سبزی، بقا، قوت، کلی، پھل، پھول احساں ہے

علوم ظاہری میں ظاہری تدوین ہے ان کی
مگر گبر و مسلماں کے لئے تدوین یکساں ہے

مسلماں نا مسلماں علم کے حق میں برابر ہیں
مصدق علم کا قلب و جوارح سے مسلماں ہے

مسلمانی سراسر بندگی، اخلاص سرتا پا
بظاہر طاعتِ بے غش بباطن عشقِ جاناں ہے

یہ دولت علم کے لعل و جواہر میں نہیں ملتی
توجہ، دل، نظر، تعمیل، صحبت جسم۔ یہ جاں ہے

یہ جاں پڑتی ہے ذکر و فکر کی ذی روح سانسوں سے
میسّر ہو جسے یہ جسم و جاں بس وہ مسلماں ہے

مدارس میں کہاں یہ دولت بیدار ملتی ہے
میسّر خانقاہوں میں مگر یہ گنجِ عرفاں ہے

مشائخ مہرتاباں، انکی سانسیں وہ شعاعیں ہیں
کرشمہ تربیت کا جنکی یہ لعل بدخشاں ہے

یہ علم مدرسہ یہ خانقاہی تربیت دونوں
نبیؐ کی تربیت کے طرز الہامی کا فیضاں ہے

حرا، صحنِ حرم، بازارِ طائف، دارِ ارقم، گھر
مساجد، صُفّہ، غزوے، فیض ان سب سے نمایاں ہے

مدارس کر دیئے پیدا ضرورت نے زمانے کی
ثمر ہیں خانقاہیں سلطنت کے شاخسانے کی

(خانقاہ و مدرسہ اور نظامِ تبلیغ)

خدارا اخرجت للنّاس کی اب مل کے خو کریں — جہاں بہتا ہوا پانی ملے چل کر وضو کریں

مدارس اپنے قلعے، خانقاہیں اپنی گڑھیاں ہیں — انھیں مضبوط کر کے ارتباطِ ما و تو کریں

مدارس، خانقاہیں، اخرجت للنّاس کے ہتھے — یہ تینوں انتظام خدمت دیں چار سو کریں

یہ دونوں خانقاہ و مدرسہ تکمیل گاہیں ہیں — جڑوں کو سینچ کر محفوظ سامانِ نمو کریں

نمو سے پھر کریں ساماں تقرب بالفرائض کا — نبیؐ کا جو طریقہ تھا اسی کی ہم بھی خو کریں

ردائے عفتِ ملت ہے صد پارا تشتت سے — اگر احساس ہو ہم چاک اسکے خود رفو کریں

زن و فرزند و روزی کیلئے ساری تگ و دو ہے — اب آؤ فی سبیل اللہ بھی چلنے کی خو کریں

خدا کی راہ میں مرنے کا ارماں لیکے سینے میں — لہو سے آبلہ پائی کے تلوے سرخ رو کریں

بنائیں اس بدن کو پیکر والعصر و تنجیکم — رگوں میں منجمد ہے آب سرد اسکو لہو کریں

جو چاہے جا ملے، رہتے ہیں کوہ جہد کے پیچھے — مقدر آزمائیں ہم بھی چل کر جستجو کریں

نظام اخرجت للنّاس ہے اصلی شعار اپنا
اسی سے دین و دنیا میں ہے ممکن اعتبار اپنا

(ضرورت مدرسہ وخانقاہ)

قیام خانقاہ و مدرسہ کی کیا ضرورت تھی — نبیؐ ہوتے اگر موجود کافی انکی صحبت تھی

زباں تھی علم کا چشمہ، نظر تھی ذکر کی قاسم — نبیؐ کی ذات نور افروز سرتا پا ہدایت تھی

مجسم مدرسہ تھا ہر صحابیؓ فیض صحبت سے — سراپا خانقاہ اصحابؓ کی ہر ایک صحبت تھی

لئے پھرتے تھے صدہا خانقاہیں، مدرسے لاکھوں — سلوک اخرجت للنّاس ہی انکی ریاضت تھی

وہ دن ہیں اب نہ وہ راتیں نہ وہ ذاتیں نہ وہ باتیں — ہماری حیثیت ہے اور انکی اور حالت تھی

قیامِ خانقاہ و مدرسہ کی اب ضرورت ہے — کہ ہو محفوظ علم و ذکر کی جو عام دولت تھی

اب ان حوضوں سے پانی لیکے سوکھی کھیتیاں سینچیں — وہاں تو آب پاشی کیلئے پانی کی کثرت تھی

نبیؐ اس آبپاشی کیلئے آئے تھے دنیا میں — اسی خدمت گذاری کیلئے مامور امت تھی

طلب والوں کو اپنانا نہیں ثابت ہوا کافی — وہ خدمت رہگئی یونہی جو مقصود نبوت تھی

طلب پیدا کرے پھر راستہ کھولے ہدایت کا — خدا کے حکم سے مامور اسی پر خیر امت تھی

رواجِ اخرجت للنّاس پھر سے ایخدا پھیلے
الٰہی جذبۂ عبد الرحیم اہلِ غزا پھیلے

(میدانِ خداجوئی)

کبھی عبدالرحیمؒ اہلِ عزا کا ماجرا سنئے ۔۔۔ شہید باوفا کی داستانِ جانفزا سنئے

یہ وہ ہیں جو ہزاروں مرشدوں کے پیر کامل تھے ۔۔۔ مگر کیوں پیر نے کرلی جواں کی اقتدا سنئے

جہاں قندیل حق کے مختلف جلوے کریں خیرہ ۔۔۔ وہاں اہلِ نظر کی گفتگوئے باصفا سنئے

تقرب بالنوافل پر تقرب بالفرائض کو ۔۔۔ انھوں نے کس طرح ترجیح دی یہ بھی ذرا سنئے

قلندر آنچہ گوید دیدہ گوید اسکو کہتے ہیں ۔۔۔ انھوں نے سیدؒ[عہ] والا گہر سے کیا کہا سنئے

فنون حرب کی ترویج پر احباب نے مل کر ۔۔۔ ادب سے التجا کی تھی، جوابِ التجا سنئے

مجھے اپنے مشائخؒ سے بہت کچھ فیض پہونچا ہے ۔۔۔ مگر جو اس مشقّت میں ملا اسکا مزا سنئے

مجھے وہ وجد و حال و کشف و چلہ، نانِ جو، خرقہ ۔۔۔ توجہ، جذب و استغراق کیا ثابت ہوا سنئے

اگر اس حال میں مرتا تو وہ مرنا برا ہوتا ۔۔۔ یہ بیعت ہے بہ ایمائے حبیبؐ کبریا سنئے

اگر میری سنیں تجدیدِ بیعت کے لئے آئیں ۔۔۔ بس اب اپنے مریدوں سے یہی ہے التجا سنئے

صحابہؓ پر ہوئی تھی منکشف یہ نسبت عالی

خداجوئی کا یہ میدان اب مدت سے خالی

●

عہ حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ ۔ ۱۲

(انہیں کی راہ میں پھرنا)

دھواں سا دور سے اٹھتا ہوا آیا غبار آخر
دل بیتاب کو حاصل ہوا کچھ تو قرار آخر

نگاہیں اسقدر مایوس ہیں باور نہیں کرتیں
کہ گرد راہ سے نکلے گا اپنا شہسوار آخر

وہ دھندلے سے نظر آتے ہیں لہراتے ہوئے پرچم
نگاہوں کو مری صد شکر آیا اعتبار آخر

کہیں اس گرد کے پردے میں ہوتا کارواں اپنا
کرے بچھڑا ہوا راہی کہاں تک انتظار آخر

ستھانا، ٹونک، صادق پور، بالاکوٹ کے بچھڑے
گواہی دے رہا ہے دل ملیں گے ایکبار آخر

کبھی تو پھر مری بگڑی ہوئی تقدیر چمکے گی
مقرر کس لئے ہے گردش لیل و نہار آخر

کچھ ایسے دلنشیں بچھڑے ہوؤں کی یاد آئی ہے
مری آنکھوں سے آنسو بہہ چلے بے اختیار آخر

خدا جانے مجھے کچھ ہوش ہے یا بیخودی ہی ہے
انہیں کانوں سے میں سننے لگا انکی پکار آخر

بلاتے ہیں وہ دیکھو ہمرکابی کے لئے مجھکو
چلو طے کر دیا اپنے کو کر ہی دوں نثار آخر

صبا گذری جو کوئے یار سے کہدی مری حالت
وہ رات آہی گئی ٹوٹا طلسم انتظار آخر

انہیں کی راہ میں تا عمر پھرنا ہے قرار اپنا
پس مردن بھی مشکل ہے کہیں بھی ہو مزار اپنا[٥]

٥۔ سید صاحب کا مزار کہیں نہیں ہے۔

(ہجرت و دعوت)

سلوک اخرجت للناس تعلیم خدائی ہے
طریق ہجرت و دعوت طریق مصطفائی ہے

عمومی تربیت اسلام کی شیرازہ بندی ہے
شکستِ استخواں غفلت ہے، دعوت مومیائی ہے

تشتت دیکھکر اسلام کا غیرت یہ کہتی ہے
مسلمانوں کا یہ اسلوب ہستی بے حیائی ہے

کسی عابد کا جینا موند کر ماحول سے آنکھیں
نہ نیکی ہے، نہ تقویٰ ہے، نہ زہد و پارسائی ہے

دوگونہ تربیت ہے یہ نظامِ ہجرت و دعوت
بباطن خویشتن سازی بظاہر رہنمائی ہے

نظام خانقاہی فرد کی اصلاح کرتا ہے
طریق ہجرت و دعوت عمومی رہنمائی ہے

جماعت میں عمومی تربیت سے جان آتی ہے
اسی سے جان آئی جب کبھی بھی جان آئی ہے

نکلتی جارہی ہے روح یہ امت کے قالب سے
ہماری خود فریبی دوستو یہ رنگ لائی ہے

نہ نکلو گے تو گھر میں بیٹھنا ہو جائیگا دوبھر
اٹھو! اپنے ہو خود، اپنا خدا اپنی خدائی ہے

جسے سمجھے ہو پھرنا بے سروساماں خدا شاہد
خدا جوئی، تصوف، سلطنت، کشور کشائی ہے

روش اپنی بدل کر دیکھ لو تقدیر بدلے گی
بدلتے ہی فضا اعمال کی تاثیر بدلے گی

(چلتے پھرتے خانقاہ و مدرسے)

حیوٰۃ طیبہ کا اسوۂ خیرالورٰی لیکر
جماعت کی جماعت چل پڑے نام خدا لیکر

اجالا پھیلتے ہی ظلمتیں کافور ہوتی ہیں
اندھیرا ہو جہاں، پہنچو وہیں شمع ہدیٰ لیکر

جدھر نکلو ادھر اک اور حزب اللہ بنجائے
بڑھو آگے تو ساتھ اپنے نئے دردآشنا لیکر

محمدؐ کا پیام زندگی دنیا میں گونج اٹھے
پھرو کوچہ بکوچہ یہ فقیرانہ صدا لیکر

سنو! اللہ کے بندو! تمہارے در پہ آئے ہیں
خدا کے دین کے خادم پیام مصطفےٰؐ لیکر

محبت سے، ادب سے، عجز سے، احسان مندی سے
سکھاؤ دین کی باتیں اُخوت کا مزا لیکر

نہ ہو ایسا کہ اپنے آپ کو بھی کچھ سمجھ بیٹھو
نہ چڑھ آئیں شیاطیں خنجر عُجب وریا لیکر

عوض زہر خشونت کا کرو شہد محبت سے
وفا کی جنس رکھو سامنے نقد جفا لیکر

لہو پینا پڑے خون جگر کھانا پڑے لیکن
کسی کے گھر نہ جانا روٹیوں کی التجا لیکر

قصور اپنا سمجھنا بے اثر کوشش جو ہو اپنی
مگر پھر سعی کرنا نیک بندوں کی دعا لیکر

یہ جتھے، چلتی پھرتی خانقاہیں، درس گاہیں ہوں
دعا ہو، درس ہو، تسبیح ہو، آنسو ہو، آہیں ہوں

(دستورُ العمل)

فغانِ نیم شب، آہِ سحر، دردِ انابت ہو
نمازِ صبح و استغفار ہو، جوشِ تلاوت ہو

خدا کی یاد ہو، تم ہو، اسی کا آستانہ ہو
مساجد سے اٹھو اشراق پڑھ کر جب فراغت ہو

دعا، مخ العبادۃ ہے دعاؤں سے شغف رکھو
زباں پر ذکر ہو، آنکھوں میں آنسو، دل میں رقت ہو

تمہاری عمر کے لمحے نہایت بیش قیمت ہیں
کہیں یہ دولتِ بیدار غفلت میں نہ غارت ہو

جہاں ٹھہرے جماعت دین کی تعلیم کی خاطر
مناسب انتظامِ درسِ احکامِ شریعت ہو

عمل کے جسم میں علم و یقیں سے جان پڑتی ہے
عمل کا ٹھیک ہونا کیا؟ نہ جب تک واقفیت ہو

عمل پیدا نہ ہو جس علم سے وہ علم ظلمت ہے
عمل وہ ہے کہ جس سے ذکر جاری دور غفلت ہو

بنا جس ذکر کی ہو علم پر وہ علم نوری ہے
وگرنہ ہے وہ فتنہ جس کے باطن میں ہلاکت ہو

جماعت میں حیوٰۃ طیبہ کی شان پیدا ہو
تمام افراد میں بوئے شریعت، رنگِ سنت ہو

جماعت کے عمل کا دور سے اندازہ مشکل ہے
حقیقت منکشف ہوگی میسر جب رفاقت ہو

الٰہی! پھر شگفتہ گلشنِ اسلام ہو جائے
عمومی تربیت کا یہ طریقہ عام ہو جائے

(بزرگوں سے دُعا لینا)

جہاں جانا غنیمت جاننا نیکوں کی صحبت کو
ادب کے ساتھ خود جانا بزرگوں کی زیارت کو

دعائے خیر ان سے چاہنا الحاح وزاری سے
یقیں کرنا کلیدِ کامیابی ان کی نصرت کو

نہ ہو انکی توجہ گر تمھارے کام کی جانب
بنانا مت ملامت کا ہدف انکی حمیت کو

تکدّر اہلِ حق کا ہے خدا کے قہر کا پتھر
بہت ملحوظ رکھنا شیشہ حق کی نزاکت کو

حقیقت میں تمھیں سے کرتے دھرتے بن نہیں پڑتا
وگرنہ اٹھ کھڑے ہوتے وہ خود حق کی اعانت کو

انھیں تبلیغ یا تفہیم کرنا بے تمیزی ہے
کہ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں خود شریعت کو

دیانت سے اہم جس شغل کو سمجھے، لگے اسمیں
اُسے چھوڑیں تو کیوں؟ ترجیح دیں کیوں اس طریقت کو

تم انکے گرد و پیش اسطرح یہ تحریک پھیلادو
سمجھنا سرسری مشکل ہو اس تبلیغ و دعوت کو

خدا کے پاک بندے خود حریصِ خدمتِ حق ہیں
شریک حال وہ فرمائیں گے خود اپنی ہمت کو

وہاں انکی ہدایت کے مطابق کام میں لگنا
بہ گوشِ ہوش سنکر ماننا اُن کی نصیحت کو

خطر اِس حق کو گورے سے، نہ کالے سے اسے ڈر ہے
مگر شیشہ ہے یہ! ایذائے اہل اللہ پتھر ہے

اکرام مسلم

سراپا عشق بن اے خادم تحریک ایمانی
یہ خدمت چاہتی ہے رفق و لینت کی فراوانی

محبت کا دھنی بن، ناگوارا کو گوارا کر
یہی ہے مشق خُلق و دارو ئے امراض نفسانی

مخاطب ہے ترا اک تربیت نا یافتہ مسلم
وہ کیا ہے؟ خاک میں لتھڑا ہوا لعل بدخشانی

نظر اکرام مسلم کی اگر در اصل پیدا ہو
تو اس ادراک کی مشکل مبدّل ہو بآسانی

وہ کندہ شاخ طوبیٰ کا ہے لیکن ناتراشیدہ
غبار مادیت سے ڈھکا ہے نور روحانی

صفا و تزکیہ کا ہے اثر ذکر الٰہی میں
وسیلہ تیری کوشش ہے، مؤثر فضل ربّانی

یہی تصحیح نیت کی وہ گھاٹی ہے کہ سالک کو
یہاں ہر ہر قدم پر پیش آتی ہے پریشانی

دعائے لَا تَكِلْنِي ورد جاں رکھ، مرد مخلص بن
کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

نظر تیری رہے اخلاص پر اپنے تو سالک ہے
دگرنہ ہر عمل ہے درحقیقت لہو شیطانی

ضروری ہے طریق احمدی میں ترک لایعنی
اگر ہے مبتلائے لہو مشکل ہے ہر آسانی

غلط رو ہر قدم پر دور تر ہوتا ہے منزل سے
سفینہ غرق ہوتا ہے کبھی ٹکرا کے ساحل سے

(کارِ دعوت کی اہمیت)

پیمبر ﷺ کے جگر گوشہ حسن رضؓ کی یہ روایت ہے
کہ کارِ امتِ مرحوم اب مبنی بہ دعوت ہے

دعائیں سر رگڑ کر جان بھی اخیار اگر دیدیں
جو امت تارکِ دعوت ہو ناممکن اجابت ہے

مسلمانو تمھاری زندگی کا نہج اسلامی
اعانت دعوت و تبلیغ کی یا عین دعوت ہے

مسلماں شیفتہ ہے کافرانہ نہج ہستی پر
طلب حق کی کہاں سے ہو اگر مفقود عظمت ہے

مقدم کیا ہے؟ تبلیغ طلب، یہ ہو تو سب ممکن
تمامی سعی بے بنیاد کی ورنہ عمارت ہے

نہ جانے کیوں سمجھ رکھا ہے خیر ایمان تو ہے ہی
یہی ہوتا تو پھر کیا تھا اسکی تو ضرورت ہے

سوادِ اعظم امت سے رشتہ کٹ چکا لیکن
ابھی تہلیل کا تسمہ لگا ہے یہ غنیمت ہے

نہ ہے الفاظ سے مطلب نہ معنی سے غرض لیکن
نہ ہے انکار کی جرأت نہ پڑھ لینے میں حجت ہے

یہ وہ رسی ہے جس سے حق کیجانب کھینچ سکتے ہیں
بس اب مبنی اسی پر خدمتِ تبلیغ و دعوت ہے

مبادا اپنی غفلت توڑ دے یہ رشتۂ حق بھی
تغافل ہے سراسر زہر عجلت کی ضرورت ہے

مسلماں نامسلماں ہیں تو اوروں پر نظر کیا ہو
جو خود ہو خوار و درماندہ کسی کا راہبر کیا ہو

(چھ باتیں)

بنائے دعوت وتبلیغ دیں تہلیل کافی ہے
تلفظ۔ شرح۔ غایت۔ ربط کی تفصیل کافی ہے

اگر لفظی درستی ہے لسانی ذکر کی ضامن
تو وہ مفہوم حاصل جبکا ہو تہویل کافی ہے

تقاضے اور غایت کا بیاں آدھا تصوف ہے
اگر کرلے مخاطب وعدۂ تعمیل کافی ہے

اسی تہویل واقرار وعمل کی پاسداری سے
خدا کی عظمت، اپنے نفس کی تذلیل کافی ہے

یہ وہ مضموں ہے استحضار جبکا ذکر قلبی ہے
اگر ہو طالب صادق پئے تعدیل کافی ہے

نماز پنجگانہ کے لئے عہد اطاعت پر
مخاطب کیطرف سے ہو اگر تعمیل کافی ہے

نمازوں کی صفت تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر
اگر ہم بھی کریں حالات کو تبدیل کافی ہے

اطاعت کے لئے احکام دیں کا علم لازم ہے
پئے ترغیب اس احساس کی تحصیل کافی ہے

جو لمحے ذکر سے معمور ہوں وہ جاودانی ہیں
کہ روزی کی طلب میں سعی کی تقلیل کافی ہے

مخاطب بھی اگر پھرنے لگے لیکر یہی دعوت
تو مدت سات چلّوں کی پئے تکمیل کافی ہے

قلم بشکن، سیاہی ریز، کاغذ سوز، دم درکش
دریں رہ نہ قدم صوفی و بر دفتر قلم کش

(اختتامی دُعا)

دلوں پر موت طاری ہے الٰہی جان پیدا کر
یقین کی روح تن میں قلب میں ایمان پیدا کر

ابوبکرؓ و عمرؓ کا دور پھر سے زندہ ہو جائے
مسلمانوں میں اصحابؓ نبیؐ کی شان پیدا کر

نبیؐ نے جس طرح کی تربیت قوم صحابہؓ کی
ہماری تربیت کا بھی وہی سامان پیدا کر

نثارِ جیشِ عُسرت کر سکیں جو مال و زر اپنا
الٰہی امت مفلس میں وہ عثمان پیدا کر

جو تیری راہ کی تکلیف کو شیر و شکر کر دے
دلوں میں پھر وہی جذبہ وہی ایمان پیدا کر

میسر ہو ترا پیغام لے کر در بدر پھرنا
مقام اخرجت للنّاس کا عرفان پیدا کر

ہمارا فخر ہو نا واقفوں کی سختیاں سہنا
نبیؐ کی لینت و رحمت کی ہم میں شان پیدا کر

سکون دل میسر ہو عمومی تربیت کر کے
صلاحِ ملتِ بیضا سے اطمینان پیدا کر

کھلی آنکھوں زمانہ دیکھ لے حقّانیت حق کی
وہ چلتے پھرتے جیتے جاگتے قرآن پیدا کر

یگانوں کو یگانہ کر کے ہم اپنائیں غیروں کو
بقدر حوصلہ تبلیغ کا امکان پیدا کر

مسلمانوں سے پھر ہو مالکِ عرشِ بریں راضی
رضا یہ دیکھ کر ہو جائیں ختم المرسلینؐ راضی

کلام صوفی

حضرت صوفی سید عبدالرب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت علمی، دینی اور ادبی حلقہ میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ موصوف سلسلۂ تھانوی سے منسلک ایک مثالی مرد مومن اسلام کے وفادار مجاہد اور لَا یَخَافُوْنَ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ واہب حقیقی نے آپکو ذوقِ سخن اور کمالِ شاعری سے بھی بھرپور نوازا تھا آپکے خواجہ تاش حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے آپکو صوفی کے تخلص سے موسوم کیا اور یہ ایسا مقبول ہوا کہ عام طور پر لوگ آپکو صوفی صاحب کے نام سے پہچاننے لگے۔

حضرت صوفی صاحب نے اپنے کلام میں ہر صنف پر طبع آزمائی کی ہے آپ نے حمد و نعت اور سلام کے نذرانہائے عقیدت بھی پیش کئے۔ غزلیں اور رباعیاں بھی کہیں ایمانیات اور عقائد اور تاریخی واقعات کو بھی نظم کیا۔ رزم و بزم، تہنیت و تعزیت، مناظرہ و تبلیغ۔ غرضکہ ہر میدان سخن میں آپکے قلم نے گوہر افشانی کی ہے۔ زائرین حرم کیلئے بھی زادِ راہ کا بڑا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ ناظرین کو یہ خوشخبری سناتے ہوئے ہم بڑی مسرت محسوس کر رہے ہیں کہ یہ مجموعہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم اور محترم جناب ماسٹر شاہ محمد ابراہیم صاحب ایم، اے، مدظلہم العالی کے بیش بہا مقدمات سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آگیا ہے۔

فل سکیپ سائز کے پانچ سو سے زائد صفحات کا یہ مجموعہ گلیز عمدہ کاغذ پر بہترین کتابت وطباعت اور خوبصورت جلد کے ساتھ آراستہ ہے۔ قیمت پچیس روپے۔

ملنے کا پتہ: محمد یونس صدیقی خادم مجلس دعوۃ الحق، کڈھی۔ اتر گجرات